فہرست

ترجیحاتِ حیات	11
اسلام میں حلال وحرام کا تصور	86
علی بن عثمان ہجویریؒ کے مزار پر	128
انسان اور تقدیر	149
نظریۂ تصوف قرآن اور حدیث کی روشنی میں	197

پیش لفظ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ماحول انسان پر شکمِ مادر میں ہی اثر انداز ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جب انسان اپنی تخلیق کی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اس عالمِ رنگ و بو میں وارد ہوتا ہے تو اردگرد کے ماحول سے متعلق اس کے بصری مشاہدات، صوتی ارتعاشات اور لمسِ مادر کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تاثرات اور ردعمل، اس کی شخصیت کے خدوخال کو متشکل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر محبت اور نفرت، کامیابی اور ناکامی، والدین اور معاشرے کی توقعات اور ہوائے زمانہ، ان سب کا امتزاج انسان کی شخصیت میں ایک فکری اور جذباتی سمت متعین کر دیتا ہے اور انسان اسی وضع کردہ سمت میں سفر کرنے لگ جاتا ہے۔ ستم یہ کہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی خواہشات اور خواب، اذہانِ انسانی اور انفاسِ انسانی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور کششِ خواہش و خواب کی جانب انسان کی یہ حرکت، خوشگوار ہو یا ناخوشگوار، مسحور کُن ہو یا تکلیف دہ، وہ اس سیلِ رواں کے سامنے ایک بے جان تنکے کی طرح بہتا چلا جاتا ہے۔ بادشاہ ہو یا گدا، ان محرکات کی قوتِ بے پناہ اور تکمیلِ خواہش کی امید میں دلفریب مناظر کے خواب، سب ہی کو یکساں متاثر کرتے ہیں۔ دنیاوی

خواہشات کے نشے میں مسرور اور مخمور انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اس سراب کی سی نمائش میں اُس کی ہستی حُباب کی سی ہے۔ انسان کی یہی وہ کیفیت اور غلط فہمی ہے جس کے بارے میں حضرت علیؓ نے اشارہ کیا ہے کہ بنی نوع انسان حالتِ نوم میں ہے' موت کے وقت جاگے گی۔ ''حالتِ نوم'' میں انسان پر طاری ہونے والی یہی کیفیت اس کی ترجیحات کے تعین میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

دراصل وہ صلاحیتِ عقل وشعور' جس نے اس زندگی اور زندگی کے تجربات کو ایک Learning Tool یعنی سیکھنے کے ذریعے کے طور پر استعمال کر کے حیاتِ انسانی کے اصل مقصد یعنی حقیقتِ اولیٰ کا اثبات کرنا تھا' بدقسمتی سے وہ صلاحیتِ عقل وشعور خود اس Learning Tool ہی کو یعنی زندگی اور تجرباتِ زندگی ہی کو اپنا مطلوب ومقصود اور مرکزِ نگاہ بنا بیٹھی اور بجائے زندگی اور اس کے معاملات کو اپنے استعمال میں لانے کے' خود ہی اس کی غلام بن بیٹھی۔

خدا کی جانب سے ودیعت کی جانے والی یہ نعمتِ عقل وشعور' ترجیحاتِ انسانی کے بگاڑ کے سبب اپنی کم ترین سطح پر آ گئی۔ اسی کی طرف قرآن نے یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ تمہیں کثرتِ مال واولاد کی مسابقت نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ مگر صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے جو ایمان لائے نیک اعمال کیے اور صبر کیا۔ وہ صبر جو خدا کے ہاں مقبول قرار پاتا ہے' صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہم مسابقت حیات سے بلند ہو کر خدا کا بطورِ ترجیحِ اول انتخاب کرتے ہیں۔

مجھے وہ ایامِ جوانی یاد ہیں جب میں اور میرے احباب خدا، کائنات اور مقصدِ حیات کی جستجو میں سرگرداں تھے اور ہم میں سے چند چشمہء الحاد سے کچھ گھونٹ پی کر توحید کے بارے میں اشکال زدہ کھڑے تھے۔ ایسے میں پروفیسر احمد رفیق اختر جیسے استاد کی رہنمائی کا میسر آ جانا ایک نعمتِ خداوندی سے کم نہ تھا۔ ان کی تعلیم وتربیت ہی کی بدولت اُن

اشکال وابہام سے نجات ملی جو ایمان کیلئے مضر ہو سکتے تھے۔ مرشد گرامی نے ہمیں ترجیحاتِ حیات سے آگاہ کیا اور خدا کا بطور ترجیحِ اول انتخاب کرنے میں ہماری راہنمائی کی۔

پروفیسر صاحب نے ہمیں اُس رستے کے آدابِ سفر سے آگاہ کیا جس کی منزل خدا کی ہمسائیگی ہے۔ گو کہ ہم تا حال مسافر ہیں لیکن منزل کا تشخص واضح ہے اور سفر کی ماندگی بھی کم ہوتی جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالجلیل خواجہ

ترجیحاتِ حیات

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (الاسراء: ۸۰)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الصّٰفّٰت: ۱۸۱-۱۸۲)

مجھ سے بہت پہلے بغداد کی درسگاہوں کا امیر، وہ شاہِ تصوف، وہ عالمِ بے پناہ، وہ خدا کا رازداں سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی اپنی درسگاہوں میں ایک سوال اٹھاتا تھا.....

میں حیران ہوں کہ ہم جو آج کے سوال کے لئے جمع ہوئے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ شیخ کیا کہتے ہیں:

''اے سالک! جب تُو زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے، جب تُو ہوش میں آجائے اور یہ خیال ہو کہ میں نے زندگی گزارنی ہے اور ابتدائے فکر آجائے تو سب سے پہلے تجھے اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا پڑے گا کہ میں آزاد ہوں کہ میں غلام ہوں''۔

شیخ عبدالقادر جیلانی سب سے پہلے یہ سوال اٹھاتے تھے کہ اے اس دنیا میں آنے والو....! اے خواتین....! اے صاحبانِ عقل وشعور....! سب سے پہلے خود سے یہ سوال کرو کہ میں آزاد ہوں کہ میں غلام ہوں۔

اگر ہفتِ افلاک کا کوئی مالک موجود ہو، کوئی خدا موجود ہو تو ہم میں سے، آپ میں سے کوئی آزاد نہیں ہے۔ ہم سب اُسکے غلام ہیں۔

مجھے لفظ غلام سے ''چڑ'' آتی ہے۔ ہر انسان بغاوت پر آمادہ ہوتا ہے۔ کوئی غلامی پسند نہیں کرتا مگر حیرت کی بات ہے کہ سب سے بڑا اشرف، سب سے بڑی محبت، سب سے زیادہ اخلاص، پروردگارِ عالم کی غلامی میں ہے۔ اگرچہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس غلامی سے اجتناب کرتے ہیں۔ میرا آج کا موضوع کچھ اس نوعیت کا ہے کہ تھوڑا سا پیچیدہ ضرور ہو گا تھوڑا سا تلخ ضرور ہوگا مگر سب سے پہلے میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ اگر خدا نہ ہوتو کیا ہوتا۔ میں کسی فلسفے میں نہیں جاؤں گا۔ سیدھی سادہ سی بات کروں گا کہ اگر خدا نہ ہوتو آپکی ماں آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے.....؟ آپ کا باپ آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے.....؟ آپکی بہن آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے.....؟ آپ کے بچے آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتے ہیں.....؟ یہ biological creativity ہے کہ آخر سانپ کا بچہ نکلتے ہی بھاگ جاتا ہے۔ بکری کا بچہ اٹھتے ہی اپنی آزادی کی کوشش کرتا ہے۔ اگر فکر وتہذیب کی مساوات سے اللہ کا نام خارج کر دیا جائے تو مجھے یہ بتایئے کہ خاندان کا تصور اور رشتوں کی پہچان کیا باقی رہ جاتی ہے.....؟

مجھے یہ بتایئے کہ جس دور تک ہم آج پہنچے ہیں جب ہم اپنے رشتوں کے لئے اتنی قربانیاں دیتے ہیں۔ اتنی سختی سے اور بعض اوقات جہالت سے اپنے تعصّبات پر قائم ہوتے ہیں، اگر خدا نہ ہوتو آپ کا اور بہن کا رشتہ کیا رہ جاتا ہے؟ کچھ بھی نہیں.....آپکا اور ماں کا رشتہ کیا رہ جاتا ہے؟ کچھ بھی نہیں.....ضرورت کے مطابق ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ یہ جو کہا

گیا ہے کہ بڑھاپے میں باپ کو کندھا دو۔ یہ نہیں رہتا۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ماں کی تم بہت خدمت کرو۔ یہ نہیں رہتا۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ بہن تم پر حرام ہے۔ یہ نہیں رہتا۔ ایسی کوئی شے نہیں رہتی، کوئی رشتہ ناطہ نہیں رہتا۔ I am to my self, I am to my necessity, I am only to my pattern of thoughts. تہذیب کے نام کی دنیا میں کوئی شے نہیں رہتی۔

خدا کا تصور نہ ہونا، اسکے وجودِ مبارک کا نہ ہونا زمین سے ہر قسم کے رشتوں اور ناطوں کی نفی ہے۔ کوئی چیز اپنی جگہ پر سلامت نہیں رہتی۔ تمام تر اخلاقیات معدوم ہو جاتی ہیں۔ تمام تر اخلاقیات کا نظام اوّل و آخر صرف اللہ نے دیا ہے۔ آج تک کسی انسانی معاشرے نے کسی قسم کا اخلاقی تصور نہیں دیا۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ اس نے آپ کو laws of custom دیئے۔ شائد Police کے laws دیئے ہوں، شائد ٹریفک کے laws دئے ہوں مگر As for as moral law is concerned, from the first ever human being till today no body has ever given any moral law to the human society.

آج ہماری کیا کوشش ہے....؟ آج ہماری کوشش یہ ہے کہ خدا کے دیے ہوئے تمام اخلاقی نظام کو درہم برہم کیا جائے۔ میں نہیں ماننا چاہتا.... میں democracy کے عوض نہیں ماننا چاہتا۔ میں absolute freedom کو prefer کرتا ہوں، چاہے اس کے کوئی بھی hazards ہوں، چاہے اس کی کوئی بھی تباہ کاریاں ہوں۔ democracy کے نام پر میں Gays own کر رہا ہوں، Lesbians own کر رہا ہوں۔ میں بازار سجائے بیٹھا ہوں عزت و عصمت و عفت کے..... میری خواہش یہ ہے کہ میں ہر moral قید سے آزاد ہو جاؤں۔ میرے لئے کوئی وعدہ important نہیں ہے کیونکہ وعدہ کی importance کا تو حکم قرآن دے رہا ہے کہ اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ''اپنے وعدوں کی

پابندی کرو.....'' مگر میں نہیں کرنا چاہتا نہ میں کر رہا ہوں.....in the name of liberties

میں ایک دفعہ New York کے پل سے گزر رہا تھا۔ وہاں میری نظر statue of liberty پر پڑی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ مجھے اس بے نیاز پروردگار پر ہنسی آ گئی.... میں سوچ رہا تھا کہ ہم کفر کے بغیر نہیں رہتے.... تُو بھی ان بتوں کی فہمائش کے بغیر نہیں رہتا۔ اپنی ''اتنی بزرگیٔ ذات'' کو تُو نے کسی نہ کسی بت کی مخالفت میں سمیٹ رکھا ہے..... میں سوچ رہا تھا کہ دیکھو اللہ کی ذاتِ مبارکہ کے مقابل یہ statue of liberty اب نئی دنیا کا بت ہے۔ پھر یہی match پڑنے والا ہے۔ پھر moral, immoral اور amoral کا match پڑنے والا ہے۔ جب یہ صورتِ حال دیکھتے ہیں تو ہم ایک سوچ میں پڑ جاتے ہیں: Are we so progressed? Are we so advanced in technology, in sciences, in our ownselves..... کہ خدا پر یقین نہ کرنے کے بدلے میں انسان نے کچھ thesis گھڑے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہو کہ سب سے بڑا thesis کیا ہے....؟ I was created by chance, I was born by chance. In an autonomy everything is born by chance. آپ حیران ہوں گے کہ اتنے بڑے scientific پسِ منظر میں ہم کس چیز پر زور دے رہے ہیں؟ ہمیں لگتا ہے کہ ساری نسلِ انسان chance کے اردگرد ہے۔ ساری نسلِ انسان جُوا کھیل رہی ہے.... کس چیز پر کھیل رہی ہے....؟ کہ ہمارا کوئی ربّ نہیں ہے.... ہمارا کوئی خالق نہیں ہے....by chance big bang ہو گیا تھا۔ میرے اور آپ میں سے تو کوئی اس وقت حاضر ہی نہیں تھا۔ میں یہاں آپکو ایک چھوٹا سا فرق بتاؤں۔ چانس اور معجزے میں ایک فرق ہوتا ہے۔ chance کی پہلے سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔

Suddenly it happened, sudenely I found this, I wasn't expecting. I wasn't even dreaming of that, I suddenely found it. چانس اچانک ہو جاتا ہے مگر معجزہ طلب پر ہوتا ہے۔ معجزہ اوٹ پٹانگ نہیں ہوتا۔ یہ طلب کیا جاتا ہے.... یہ پوچھا جاتا ہے، مانگا جاتا ہے کیونکہ یہ خدا کا ثبوت ہوتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر آپ کے پاس واقعتاً اللہ کی کوئی authority ہے تو ذرا چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایئے۔ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ (54:1) ''ساعت قریب آئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔''

چاند کا دو ٹکڑے ہونا پیغمبر کا معجزہ ہے جس کے پیچھے خدائی کا ثبوت ہوتا ہے۔ جب نیل کے ساحل پر قومِ موسیٰ آ کر رُکی اور کہا: ''اے موسیٰؑ آپ ہمیں یہاں مروانے کے لئے چلے آئے ہو۔ ہم وہاں غلام ہی بہتر تھے۔ زندگی تو باقی تھی۔ اب ہمیں بتاؤ کہ یہاں سے ہمیں کون بچائے گا''۔ پھر وہ عصائے موسیٰ.....! پھر وہ نیل کا پھٹنا.... پھر بارہ لاکھ لوگوں کا نیل کے پار اُترنا.... یہ حضرت موسیٰؑ کی علمیت کی دلیل نہیں ہے بلکہ اُس خدا کے ہونے کی دلیل ہے کہ جس کی وجہ سے موسیٰؑ تھے؟

اگر میں آج کے لوگوں کی داستان سنوں تو وہ اس بات میں شک کر رہے ہیں کہ کیا ''عام الفیل'' ہوا تھا.... کیا کعبہ پہ پرندے آئے تھے....؟ کیا نیل کا ساحل واقعی پھٹا تھا ....؟ کیا چاند دو ٹکڑے ہوا تھا....؟ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ انکار کے مسلک پر قائم ہیں ان کو کسی wordly منطق سے explain نہیں کر سکتے۔ آیئے میں آپ کو explain کر کے بتا دیتا ہوں۔ اصل میں دنیا میں سب سے بڑا کسی چیز کا ثبوت eye witness ہوتا ہے۔ نظری شہادت سے بڑی کوئی گواہی نہیں ہے۔ کیا ''عام الفیل'' کا کوئی گواہ نہیں ہے....؟ ایک گواہ ہے.... ایک شہزادہ جسکو ابرہہ اشرم کے لشکر نے پکڑ لیا تھا اور

اسکو مارتے گھسیٹتے ہوتے لائے اور کہا کہ کعبے کا رستہ بتاؤ ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ وہ کعبے تک ساتھ آیا۔ اُس نے یہ گارنٹی لی کہ جب میں تمہیں کعبہ تک پہنچادوں تو مجھ سے وعدہ کرو کہ میری رہائی کر دو گے۔ اُنہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے؛ اس کی ایک محبوبہ تھی جس کا نام رودابہ تھا۔ وہ شاعر تھا اور اس وقت قصیدہ ءرودابہ لکھ رہا تھا۔ جب وہ کعبہ تک آیا تو اس نے اپنی محبوبہ کو خط لکھا.....:

''اے میری شہزادی جب انہوں نے مجھے چھوڑا تو میں مزاحاً محمود کے پاس رُکا، سب سے بڑے ہاتھی کے پاس، میں نے کہا: بات سنو میں تو مجبوراً جان کے خوف سے آیا ہوں۔ تُو خیال کرنا کہ کہیں ربِّ ابراہیمؑ ناراض نہ ہو جائے.....''

اُس ہاتھی کو اس نے یہ کہا، پھر وہ آگے چلا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے پرندے آسمان پر نمودار ہوئے اور اُن کے پاؤں کے کنکروں نے ابرہہ کے لشکر کو روندنا شروع کر دیا.... مگر آپکو پتا ہے کہ سب سے بڑی سچائی اُس نے کیا کہی، اس نے کہا: ''اے رودابہ! پتھر میرے قریب آ کر گرے۔ میں نے جو حشر دوسروں کا دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی اور قریب گیا تو بھسم ہو جاؤں گا، تو میں دوڑ کے غار کے اندر گھس گیا تا کہ مجھ پہ پتھر نہ پڑیں.....''

یہی نیل کے ساحل پہ ہوا۔ بارہ لاکھ بندے جب نیل کے ساحل سے پرے اُترے تو عہدِ نامہ ء قدیم میں بابِ گنتی پہ پہنچے اور قوم موسیٰ کے بارہ قبیلوں کا اجتماع ہوا، گنتی ہوئی تو وہ بارہ لاکھ یہودی تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ سب eye witness نہیں تھے....؟ ایک تو ہوتی ہے، positive شہادت کہ اگر نیل نہ پھٹا ہوتا تو بارہ لاکھ میں سے کوئی ایک تو کہتا کہ یہ نہیں پھٹا۔ مگر اتفاق یہ دیکھئے کہ نیل کے پھٹنے پر بارہ لاکھ eye witness ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی آج کا شخص، کوئی عالم، کوئی دانشور یہ شبہ کرے تو کتنا عجیب سا لگتا ہے۔ اگر ان incidents کو نکال دیں تو پھر ہمارے پاس تاریخ نہیں رہتی۔

وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔We always need eye witness ہمیں تو نہیں معلوم کہ پیچھے کیا ہوا ہے۔ ہم تاریخ کی ان نظری شہادتوں پر اعتبار کرتے ہیں۔

ہماری تاریخ کا تسلسل ہماری سوچوں سے نہیں ہے بلکہ واقعات کی اُن شہادتوں سے ہے جو ہمیں تاریخ کے صفحات میں ملتی ہیں۔ اب ذرا sequence دیکھئے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ، ہم نے پوچھا: ''اے لوگو! یہ دنیا کیسے بنی....؟ یہ کائنات کیا تھی.....؟'' انھوں نے کہا: ''ایک دھماکہ تھا، بہت بڑا دھماکہ .....'' اسکا نام انھوں نے Big Bang رکھا۔ ہم نے اپنے سیانوں سے پوچھا، دانشوروں سے پوچھا، Physists سے پوچھا، Scientists of Cosmology سے پوچھا: ''کیسے ہوا یہ دھماکا، اور کس نے کیا؟'' انھوں نے کہا: ''Just perchance'' ہم نے کہا: ''اچھا.....! اتنی بڑی کائنات ہے تو پھر اُس میں galaxies کیسے بنیں.....! ستارے کیسے بنے.....! انھوں نے ہمیں پورا طریقہ بتایا کہ پہلے ..... huge clouds، بہت بڑے بڑے، gaseous or radiational بادل بنے، پھر وہ ٹھنڈے ہونے شروع ہوئے پھر اُن میں سے زمین کا mattar نکلا، مادہ بنا اور ایک کمیّت قائم ہوگئی۔ پھر اُس میں سے بھولے بھٹکے سے ایک چھوٹا سا سیارہ جدا ہوا اور اس سیارے پر زندگی قائم ہوئی..... ہم نے پوچھا: ''کیسے.....؟ کہنے لگے:.....perchance

جب سے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے آج تک ہر بندہ سائنس کے جواریوں پہ یقین رکھتا ہے۔ اللہ پر نہیں رکھتا۔ یہ کیا مذاق ہے..... کوئی چیز تو کہو کہ ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اس وجہ سے ہوئی۔ Big Bang اس وجہ سے ہوا۔ کائنات اس وجہ سے بنی۔ زمین اس وجہ سے پیدا ہوئی اور جب پوچھو کہ یہ پہلا زندگی کا مفروضہ cell کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگے کہ .....perchance پہلا درخت کیسے پیدا ہو گیا؟....perchance آپ سائنس کی بے بسی دیکھئے کہ کتنے chances پر کھڑی ہے۔ اب آپ غور کیجئے کہ وہ

chances کس قسم کے ہیں؟

عہدِ حاضر کے ایک cosmologist نے کہا کہ آج سے ساڑھے چار ارب سال پہلے Thea (تھیّہ) نام کا ایک بہت بڑا شہابیہ تخلیق کے مراحل سے گزرتی زمین سے متصادم ہوگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اُس دھماکے کے نتیجے میں ایک حصہ جدا ہوگیا۔ اُسے آپ چاند کہتے ہیں۔ یہ اتفاق نہیں ہوا بلکہ اُنکا خیال ہے کہ اس accidental chance کی وجہ سے چاند اور زمین نے پھر ایک دوسرے کے گرد گھومنا شروع کر دیا..... میں آپکو واضح کر دوں کہ کوئی sensible آدمی اتنے chances پر یقین نہیں رکھتا۔

ایک بار ایک شخص نے مجھے کہا کہ مجھے اللہ پر حتمی یقین ہوگیا ہے۔ میں نے کہا: کیسے.....؟ کہنے لگا، ''جی میں بس ضرورت مند تھا۔ میں نے گھر سے نکلتے ہوئے عہد کیا کہ اے اللہ اگر تو مجھے پچاس دلوادے تو میں تجھ پہ یقین کرلوں گا تو پھر میں سڑک کے پاس آیا تو وہاں پچاس کا نوٹ پڑا ہوا تھا۔ مجھے تو خدا پہ یقین آ گیا''۔

خدا کو بھی by chance مانتے ہیں لوگ..... مگر یہ کیسی سائنس ہے کہ جو chances پہ chances لئے جارہی ہے۔

اگر کوئی sensible انسان ہو تو وہ اِن scientists سے سوال کرے کہ تم ہمیں بیوقوف بنارہے ہو یا اپنے آپ کو بیوقوف بنارہے ہو۔

میں بڑے بڑے معزز اداروں سے گزرا ہوں۔ یورپ کے اور اپنے تعلیمی اداروں سے گزرا ہوا ہوں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے پہلا خیال وہی آیا جو بغداد کے شیخ عبدالقادر کو آیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ زندگی کیسے گُزارنی ہے....، زندگی پوری بسر کرنی ہے....، کیوں بسر کرنی ہے....؟ کیسے بسر کرنی ہے....؟ کیا میں اتنا آزاد ہوں کہ جو چاہوں کروں، جو سوچوں کروں، جو خواہش کروں وہ پوری کروں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں ایسا نہیں کرسکتا..... میں اتنا آزاد ہی نہیں ہوں۔ میرے سر پر بوجھ ڈالا

ہوا ہے اگلوں نے..... کسی نے تجھے پیدا کیا، کسی نے تجھے مارنا ہے، کوئی زندگی کا مالک ہے.....:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ ا لْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یہ تو کوئی اور ہے جو بادشاہی، عزت اور ذلت کا مالک ہے۔

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یہ تو کوئی اور ہے جو زندگی اور موت کا مالک ہے: وَتَرْزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ تو کوئی اور ہے جو بغیر حساب رزق دیتا ہے۔ ایک طرف وہ ہے جو دعویٰ کر رہا ہے۔ ہمیں اُس کے دعوے کو پرکھنا ہے۔ میں چاہتا ہوں آج آپ اس پہ غور کرو۔ جب آپ گھر جاؤ تو سوچو کہ ہم نے کوئی بات بازار سے گزرتے ہوئے نہیں چنی۔ ہم نے بہترین مفکرانِ وقت سے یہ بات سنی ہے۔ ہم نے ان کی بات مانی مگر وہ بات پوری نہیں ہوئی مثلاً آپ کیا کہو گے کہ Darwin کا نظریہ پورا ہو گیا، کیا یہ سچ ہو گیا، کیا یہ حتمی ہو گیا، کیا تخلیقِ کائنات کا جو نظریہ ہے وہ پورا ہو گیا ہے.....؟ کیا ہم اس پہ رُک جائیں اور ہم کہیں کہ یہ جو کچھ سائنسدان کہہ رہے ہیں صحیح ہے۔ کیا Quantum ختم ہو گیا.....؟ کیا Relativity ختم ہو گئی.....؟ کیا زمین و آسمان کے درمیان کششِ ثقل کے سارے chapters ختم ہو گئے.....؟ مگر ایسا نہیں ہے۔ ہوا یہ کہ ہم نے کہیں اور سے بھی infromation لی۔ انسان کتنا بے چارہ ہے، کتنا معصوم ہے کہ جن سائنسدانوں کو ہم بڑا معزز مانتے رہے انہوں نے کیا کیا.....؟ سوویں صدی عیسوی میں Ptolemy of Egypt الیگزینڈریہ کے حکیم بطلیموس نے آپ کو بہت سوچ سمجھ کے ایک نظریہ دیا۔ یہ سائنسی نظریہ تھا، ادبی نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ زمین ساکت ہے اور ساری کائنات یا Constellation اسکے گرد گھومتی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ غلط ہے یا صحیح۔ 1542ء

میں Copernicus نے اسکو غلط کہا مگر، ہم نے اس نظریے کے ساتھ پندرہ سو سال کا وقت گزار دیا۔ پندرہ سو سال ہم نے اس سائنس دان کے ساتھ جہالت میں گزار دیئے We appreciate him. We know he worked very hard. He rose to high heights of inquiry and questioning. مگر اس نے نتیجہ کیا نکالا کہ زمین ساکت ہے جو کہ غلط تھا۔ ہمارے ان گنت انسان اس لیے موت کے گھاٹ اُتارے گئے کہ وہ Ptolemy (بطلمیوس) کے نظریے پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ وہ کس پر اعتبار کرتے تھے.....؟ وہ اللہ کے رسولؐ پر اعتبار کرتے تھے۔ پندرہ سو برس پہلے ہمارے اس اعلیٰ ترین رہنما نے جو کتاب ہمیں دی تھی اس میں کچھ اور لکھا ہوا تھا کہ ..... وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ---- چاند سورج ستارے سب ہم نے مسخر کئے۔ انکا رویّہ کیا ہے: كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ----- (2:13) ''وقتِ مقررہ تک یہ تمام چل رہے ہیں''۔

کیا سائنسدان Ptolemy کے بعد اپنی researches سے تنگ آ گئے.....؟ ایسا نہیں ہے۔ 1542ء میں Copernicus نے کہا کہ زمین ساکت نہیں ہے۔ سورج ساکت ہے۔ ایک غلطی پہلے کی تھی اور پھر دوسری میں چھلانگ مار دی۔ یعنی 1542 میں دوسرا بڑا سائنسدان کہہ رہا ہے کہ Ptolemy غلط تھا مگر ہم نے اسے غلط نہیں کہا۔ ہم نے تو اندھا دھند اسکو بھی مان لیا۔ اِس کو بھی مان لیا۔

دو ٹھگوں کا ایک قصہ ہے..... ایک ٹھگ نے کہا کہ تیرے پاس یہ بکری تو نہیں یہ تو بیل ہے..... اس نے کہا: ''نہیں، نہیں، میں تو بکری لایا تھا، یہ بکری ہی ہے۔ یہ بیل نہیں ہے''۔ اگلا آیا، کہا کہ یہ چوہا کہاں سے لے کر آ رہے ہو۔ یعنی ایک سے بڑھ کر ایک ٹھگ ہے۔

ایک اور سائنسدان نے کہا: ''زمین ساکت ہے''۔ اسکی صحتمندی کے لئے 1542

میں دوسرا سائنسدان آیا۔ اس نے کہا: ''نہیں، وہ غلط تھا۔ میں تمہیں صحیح بتاتا ہوں کہ دراصل سورج ساکت ہے''..... آپ نے اس پر بھی اعتبار کر لیا اور انیس سو اسّی تک کیا..... What is the human history? What is the life? What is the scientific progress on which you based your knowledge. کہ پندرہ سو سال ایک غلط نتیجے پہ اعتبار کیا اور اگلے ہزار سال آپ نے ایک دوسرے غلط نتیجے پر اعتبار کیا۔ یہ سائنس تھی.....؟

اب ان کو دیکھو جو Greek Philosopher تھے دانا و بینا، سیاستدان، سائنسدان..... انھوں نے کیا کہا.....؟ انھوں نے کہا کہ زمین کی زندگی چار عناصر سے ترتیب پاتی ہے۔ وقت آگے چلتا گیا۔ پھر کوئی اور آ گیا۔ اس نے کہا: نہیں، آگ سے نہیں، یہ تو مٹی سے بنی ہے۔ اگلا اُٹھا..... اُس نے کہا: مٹی سے نہیں بنی..... یہ تو ہواؤں سے بنی ہے۔ وہ چار عناصر چلتے چلتے دورِ حاضر تک آ گئے۔ پھر دیکھئے ترقیٔ انسان..... اس نے اپنے علم میں یہاں تک ترقی کی کہ بالآخر انسان نے Sir James Jeans کی زبان کے مطابق کہا: Everything is moving in the universe کمال کی بات ہے کہ ہم نے بائیس سو سال کے بعد پھر بھی قرآن ہی سے agree کرنا تھا۔ پیچھے ساری progress چلی آتی تھی اور آخر مُڑ کے آپ نے پندرہ سو برس پہلے کی محمد رسول اللہ ﷺ کی کتاب سے متفق ہونا تھا۔

ہمیں یہ یقین کرنا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جس ذاتِ گرامی سے information لی تھی وہی سچا ہے۔ اس نے پندرہ سو برس پہلے کہا..... :وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (21:30) ''اور ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے''۔ اس میں کوئی exception نہیں ہے۔ جہاں جہاں زندگی ہے وہاں وہاں پانی ہے۔

یہ بے پناہ chances کی دُنیا ہے۔ سائنس کی حماقتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ یہ اتنا confuse کر دیتے ہیں۔ آپ یقین کریں کہ آرٹس کا student ہونے کے ناطے میں لٹریچر میں اتنا کنفیوز نہیں ہوں مگر جب میں سائنس پر یقین کرتا ہوں تو میں بہت confuse ہوتا ہوں۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ یہ اپنی statements کتنی جلدی بدلنا شروع کر دیتے ہیں۔

انسانی DNA میں ہونے والی جو تبدیلیاں ہیں ان کو mutation کہتے ہیں۔ یاد رکھئے انسان ایسا نہیں تھا جیسے آپ آج ہیں۔ اس کی شکل وصورت بڑی بے وضع سی تھی، ہولناک..... عجیب اُوٹ پٹانگ چہرے..... اگر آپ سن لو کہ پہلے آپ کیا تھے تو گریبان میں منہ ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ کبھی تو آپ تھے ہی نہیں: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَذْكُورًا اگر تھے بھی تو کسی کی نظر ہی نہیں پڑتی تھی۔ کوئی کائی میں جما ہوا کیڑا ہوگا، کوئی moth، کوئی single cell یا Ameoba ہوگا جسے آپ دیکھ نہیں سکتے۔ یعنی ہم پہلے ایک singular cell سیل کی طرح تھے پھر اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ پھر ہم نے اُس کا نطفہ دہرا کر دیا۔ یعنی وہ double cellular ہو گئے، جوڑے جوڑے بن گئے۔ Amoeba تقسیم ہونا شروع ہو گیا، خلیہ تقسیم ہونا شروع ہو گیا۔ اب میاں بیوی ہو گئے۔ اگر آپ نے کبھی ڈائیریا کے جراثیم کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے single cell کی پہلی قسم تھی۔ اب تو آپ اس سے نفرت کریں گے۔ اب تو آپ کو تھوڑا سا ڈائیریا ہو تو فوراً Flygel کھاتے ہو کہ یہ فنا ہو جائے مگر وہ آپ کی یا انسان کی ایک ابتدائی شکل ہے جو آپ کے جسم میں آج بھی موجود ہے۔ وہ ایک singular formation میں تقسیم ہوتا ہوا double cell بن گیا۔ پھر بنانے والے نے کہا کہ ---نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ہم نے چاہا کہ اس کو آزمائیں، ہم اسکو آگے بڑھائیں..... جو ہماری نظر میں مخلوق ہے وہ ہماری طرح کی ہے:

----فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا---- (30:30) یہ انسان فطرت اللہ پہ ہے۔ یہ وہ کیڑا مکوڑا نہیں ہے۔ ہم نے چاہا کہ اسے آگے بڑھائیں، اسے عزت و رعب سے نوازیں، اسے سرکردگی بخشیں، اسکو حسنِ صوت بخشیں، حسنِ حرکات بخشیں، حسنِ مجسّم بخشیں، احسنِ تقویم بخشیں تو ہم نے اسے سماعت دی، بصارت دی.... مگر ابھی بھی اللہ کا دل نہیں بھرا.....؛

Anthropology کی ایک استاد سے میں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ بت پرستی انسان نے شروع کی۔ یہ کیا کہ انسان کی پہلی سوسائٹی مذہبی کیسے ہو گئی۔ ابھی تو اس نے چلنا نہیں سیکھا، ابھی بستی بنانی نہیں سیکھی، ابھی اس نے گھر کی چار دیواری استوار نہیں کی، ابھی اُسے اپنے بیوی بچوں کا proper شعور نہیں ہے تو وہ خدا کو کہاں سے جان گیا۔ How is it possible. کوئی بھی نوزائیدہ بچہ ایک دم سے تو scholar نہیں بن جاتا تو یہ کیا ہوا کہ اس نوزائیدہ انسان کو سب سے پہلے خدا کا خیال کہاں سے آ گیا۔ Why don't you believe کہ There is one option for God اتنے سارے chances میں تم اللہ کے ساتھ ایک chance نہیں لے سکتے .....؟ یہ ہے سائنس کا اصل دھوکہ They believe in a hundred thousands chances جب بھی میں نے کسی سے پوچھا کہ بھئی تم خدا کا chance کیوں نہیں لیتے ہو۔ ایک chance اسکا بھی رکھ کے دیکھو.....

آپ ایک چھوٹی سی بات پر غور کریں..... ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم نے ''الحمد'' پہ یقین کر لیا تو پھر ہمیں باقی قرآن پڑھنے میں کیا اعتراض ہے۔ اگر ہم ''الحمد'' سے خدا مان گئے تو یہ کیا مسئلہ ہے کہ اگر آپ نے بے یقینی show کرنی ہے، criticism show کرنا ہے تو ''الحمد'' کے بعد تو نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے جب اللہ کو ایک کہہ دیا کہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔ اِھدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنعَمۡتَ عَلَیۡھِم غَیۡرِ الۡمَغضُوبِ عَلَیۡھِم وَلَا الضَّآلِّیۡن۔

اگر ہم نے یہ مان لیا تو ہم دہریے کہاں سے ہوئے۔ پھر ہم خدا پر کیا دلیل رکھتے ہیں۔ آپ کہتے ہو قرآن پڑھو۔ قرآن میں پہلے یہ پڑھنا پڑتا ہے۔ اگر ہم نے یہ پڑھ لیا تو پھر ہمیں کیا problem ہے خدا کو ماننے میں.....

مگر ..... ایسا نہیں ہے۔ حکمتوں کی حکمت یہ ہے کہ اگر آپ بہت سارے chances لے رہے ہو تو ایک یہ option زندہ کرو۔ خدا کہتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے پہلے ہی denial کا شکار نہ ہو جاؤ۔ یہ ''الحمد'' اسی لئے ہے کہ قرآن پڑھنے سے پہلے ہی denial کے شکار نہ ہو جاؤ۔ قرآن پڑھنے سے پہلے ایک option create کرو۔ یہ جو ''الحمد'' ہے یہ اعتبار کے لئے نہیں ہے۔ یہ اگر اعتبار کے لئے ہوتی تو آگے یہ کیوں لکھا ہوتا: الم ۔ ذٰلِکَ الۡکِتَابُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ پھر وہ آپکو شک کی دعوت کیوں دیتا۔ اگر پہلے آپ نے الحمد پڑھ کر خدا کو مان لیا ہوتا تو پھر اس شک تک کیسے پہنچتے کہ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ دیکھو جسکو نہیں ماننا یا جسکو مانو، ایک کام یہ کرو کہ باقی chances کے ساتھ ایک یہ chance بھی تخلیق کر لو۔ باقی options کے ساتھ ایک میرا option بھی جمع کر لو کہ I'm there..... میری صفات یہ ہیں کہ میں ''رحمن و رحیم'' ہوں۔ میں ''اول و آخر'' کا خالق ہوں۔ میں شر اور اچھائی دونوں کے بارے میں ہدایت کرنے والا ہوں۔ اس option کو سامنے رکھ کے میرے حقائق چیک کر لو Whether I am there or not, whether I am right or not, whehter I am God or not....

اور یہ اُس نے کب کہا.....؟ جب ساری صلاحیتیں نسلِ انسان کو دے چکا تو پھر

اُس نے کہا: اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيلَ اِمَّاشَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُورًا میں تمام ہدایات آپ کو دے چکا ہوں۔ چاہوتو مجھے مانو، چاہوتو میرا انکار کردو۔

کیا خوبصورت اُستاد ہے.....! روزی دے کر کہہ رہا ہے، چاہوتو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کردو۔ زندگی میں سارے اسباب جمع کر کے، آپکو دے کر پھر کہہ رہا ہے۔ چاہو تو مجھے مانو، چاہوتو میرا انکار کردو۔

وہ یہ کیوں نہیں کہہ رہا کہ تمہاری مجال کیا ہے میرا انکار کرنے کی..... میں تمہیں بھوکوں نہ ماردوں..... میں تمہیں فنا نہ کردوں..... میں تمہیں زمین سے اُکھاڑ نہ دوں..... میرے ایک ابرو کے اشارے پہ تمہاری کائنات ساری جل کے بھسم ہو جائے گی۔ تمہاری حیثیت کیا ہے..... مگر یہ صرف بہت بڑے استاد کا شیوہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ دیکھو میں تمہیں full liberty دے رہا ہوں۔ میں تم پہ نہ ماننے کی وجہ سے جبر نہیں کروں گا۔ نہ ماننے کی وجہ سے تمہارا رزق نہیں بند کروں گا۔ میری ابتدائی صفت ربوبیت ہے ''الحمدللہ رب العالمین۔'' ربوبیت وہ صفت ہے جس میں کسی قسم کے انکار کی میل نہیں ہے۔ In all cases خدا نے جو کچھ آپکو دینا ہے، اس نے دینا ہے۔ چاہے آپ اسکا انکار کرو، چاہے اسکے سامنے تکبرات سے کھڑے ہو جاؤ، تمام غرور و منافقت سے کام لو، وہ سب کچھ برداشت کرتا ہے مگر روٹی نہیں بند کرتا۔ اُسے اپنی صفتِ ربوبیت پر ناز ہے۔ اس لئے اسے سب سے پہلے درج کرتا ہے۔ It is a moral quality اس میں کسی immorality کا، کسی قسم کی تخریب کاری کا دخل نہیں ہے۔ وہ بدترین کو بھی اور بہترین کو بھی دیتا ہے اور درمیانوں کو بھی دیتا ہے اور بغیر کسی صلے کے دیتا ہے۔ یہ اُسکی اتنی بڑی صفت ہے جو کسی اور شے یا کسی اور فرد میں موجود نہیں نہ کسی فرشتے میں نہ شیطان میں۔ اس لئے وہ کتاب میں اپنی اس صفت کو سب سے پہلے لایا ہے: الحمدللہ رب العالمین.....

میں آپ کو سائنس کی fallacy بتا رہا تھا۔ اس میں دیکھئے کہ mutation

کیسے ہوگئی۔mutation کا ایک اصول ہے کہ یہ بہتر حال کو نہیں مڑ سکتی مگر حیران کُن بات ہے کہ mutation کا صحیح رہنا، ترتیب سے چلنا اور تخلیق کے عمل میں مدد دینا It is almost very difficult پھر یہ کیا ہوا کہ آخر یہ تمام کائناتی حالات، یہ چاند، یہ سورج، یہ پانی، یہ سیلاب، یہ انسان کو اُگنے میں مدد کیوں دیتے رہے.....؟perchance ان کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ یہ ایسے ہی اُڑتے پھرتے تھے۔ پتہ نہیں کیوں اس نسلِ انسان سے اُنہیں محبت ہوگئی تھی۔ اسکو پلنے میں مدد دیتے رہے۔ اس کو ذخیرہ کرنے میں مدد دیتے رہے۔ اسکی mutation میں مدد دیتے رہے تا آنکہ آج کے دور میں میرے بھائی سیاستدان یا سائنسدان جو دوسری طرف بیٹھے ہیں وہ اس دعوے کے قابل ہو گئے کہ.....There is no God

ہمارے ہاں کچھ probabilities کے فلاسفرز ہیں جو امکان ڈھونڈتے ہیں۔ وہ بڑے دلچسپ لوگ ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھو کہ آپ کے اندر امکانات کی دنیا میں ایک نئی دنیا کا کیا امکان ہے، تو تکے مارنے لگ جائیں گے۔ کہیں گے کہ ایک نئی دنیا کا امکان billions اور trillions میں ہے۔ ہم سائنسدان سے پوچھنے جاتے ہیں کہ بھائی ہماری طرح کسی اور دنیا کا امکان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں اتنی بڑی کائنات ہے۔ ایک billion میں تو کوئی ایک دنیا probably نکل ہی آئے گی۔ جب وہ امکانات deal کریں تو probabilities کے جہان میں ہمارے جیسی کئی اور دنیاؤں کے امکانات موجود ہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک اس probabilities کے جہان میں دوسری دنیاؤں کے اور انسانوں کے اتنے سارے امکان موجود ہیں جسکو ہم مانتے ہیں تو کیا کوئی اللہ کا امکان موجود ہے.....؟ تو یہ کہتے ہیں کہ ہاں ہے.....

دلچسپ بات یہ ہے کہ Bayesian فلاسفی کا Bayes جو probabilities کا بہت بڑا سکالر ہے وہ کہتا ہے کہ ہاں اللہ کا امکان موجود ہے بلکہ جتنے زیادہ امکانات کسی

دوسری دنیا کے موجود ہیں اس سے زیادہ امکانات اللہ کے ہیں۔تو میں یہ سوال کرتا ہوں کہا گرانہی کی probabilities کی حدود میں اللہ کے ہونے کا امکان موجود ہے، اگر یہ سچ ہے تو پھر اللہ کے امکان کو یہ درسگاہوں میں کیوں نہیں لاتے.....؟ تجربہ گاہوں میں کیوں نہیں لاتے.....؟علم وادب کی محافل میں کیوں نہیں لاتے.....؟ وہ چانسز تو سبھی بتاتے ہیں کہ جن سے ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔میرا Big bang سے کیا واسطہ ہے مگر جب تم خود ہی یہ کہہ رہے ہو کہ اگر probabilities include کی جائیں تو ایک امکان خدا کے ہونے کا ضرور موجود ہے چاہے وہ billions میں ہو یا trillions میں ہو but there is always a chance, there could be possibly a God in the universe.

یہ ہے سب سے بڑی ''علمی منافقت''.....اسکو کہتے ہیں Pseudo intellectualism میں ایک قول آپکو سناتا ہوں، بہت بڑے سائنس دانوں میں یہ عارفِ وقت ہیں۔وہ کہتا ہے کہ سی ٹی سکین اور ایم ار آئی سے پہلے ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ دماغ کا سوچنا اسکے ماتھے میں ہے..... فیصلے کی ساری قوت ماتھے میں ہے.....خیال کے سارے اشارات forebrain سے نکلتے ہیں۔انکو یہ معلوم نہیں تھا.....اور قرآن کیا کہہ رہا ہے: كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۔ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (96:16) ''اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے.....؛'' فتنے کی جگہ دماغ کا forebrain ہے، اچھائی کی جگہ forebrain ہے.....وہ کہتا ہے اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اسکی پیشانی کے بال پکڑ کے گھسیٹیں گے۔ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے..... خدا یہ نہیں کہتا کہ میں اسکا ناک پکڑوں گا، کان پکڑوں گا۔خدا directly اس چیز کو مخاطب کر رہا ہے جہاں جھوٹ اور سچ کو پرکھنے کی صلاحیت ہے یعنی forebrain ---- مَامِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا---- (11:56)

''ایسا زمین پر کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے ہم نے اسکے ماتھے سے نہیں پکڑا ہوا''۔ Interpretation میں تھوڑا سا فرق ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زمانہء قدیم کا کوئی عالم آپ سے یہ کہے کہ ماتھا، ماتھا ہی ہے یعنی آج کے علماء کو علاماتی طرزِ فکر کا کوئی پتا نہیں ہے۔ انکو کسی depth اور کسی گہرائی کا کوئی پتا نہیں چاہے آپ ان کے نام کے ساتھ بے شمار القابات کے لگادو۔ میں ایک چھوٹی سی مثال آپکو دیتا ہوں۔ ایک امریکن پی ایچ ڈی پروفیسر میرے پاس آ گئے۔ وہ United Nations کے ذریعے مجھ تک بھی پہنچ گئے۔ کوئی فوجی افسر انھیں ملے، کہنے لگے..... کہ جی ہمارے ہاں شائد ایک شخص ہے جو تمہارے سوال کا جواب دے..... وہ میرے پاس آئے تو انھوں نے بڑا عجیب سا سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ کائنات کی عمر کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟ اگر خدا عالم ہے تو وہ کیا کہتا ہے۔ میں جامع الازھر میں گیا.....I wasn't satisfied میں ہندوستان سے ہو آیا ہوں۔ میں نے ہندوؤں سے اُنکا فلسفہ پوچھا ہے۔ ہندوؤں کا خیال یہ ہے کہ پورا دورانِ زمین و آسمان چھتیس ہزار سال کا ہے۔ یہ کرما ہے جس کا دوران چھتیس ہزار سال کا ہے۔ میں Christians کے پاس گیا ہوں اور میں نے کائنات کی عمر کی تشخیص کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ آٹھ ہزار سال کی ہے۔ اسلام کیا کہتا ہے؟.....

میں نے کہا: ''بات سنو! میں کوئی اتنا بڑا مسلمان نہیں ہوں کہ ساری باتیں تمہیں بتاتا پھروں۔ ہاں، اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں نے قرآن میں ایک آیت پڑھی ہے..... وہ ایک جڑواں آیت ہے۔ اُسکا آدھا حصہ کائنات کو، اور باقی آدھا حصہ حیات کو deal کرتا ہے۔ جب اس آیت کی فصاحت کو دیکھا جائے تو سیکڑوں کتابیں اس کے ایک ایک لفظ پہ لکھی جاسکتی ہیں۔ وہ اتنی پیچیدہ اور گمبھیر آیات ہیں کہ اُس میں اُس مالک کا ذرا انداز دیکھنا جس کو chance میں ہم لوگ include ہی نہیں کر رہے۔ وہ کہتا ہے: أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا--- یہ خطاب میرے لئے نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے How dare you deny